۱۵

(فرمودہ ۱۱؍جون ۱۹۲۶ء بمقام باغ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام قادیان)

آج کچھ آواز قدرتاً نیچی ہے کیونکہ طبیعت اچھی نہیں اور کچھ لوگوں کی آواز اُونچی ہے (مجمع میں عورتوں اور بچوں کا شور تھا) اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ سب دوستوں تک آواز پہنچا سکوں گا یا نہیں لیکن چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے کہ عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے، اس لئے اس سنت کی اِتباع میں مجھے خطبہ پڑھنا چاہیئے خواہ آواز سب تک پہنچے یا نہ پہنچے۔

آج کا دن اپنے اندر ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ یہ دن یادگار ہے ایک نئے دَور کی جو دنیا پر آیا۔ یہ دن یادگار ہے ایک نئے دَور کی جس نے پہلے دَور کو ختم کر دیا۔ یہ دن یادگار ہے ایک نئے آدم کی جس نے نئی قسم کی نسل جاری کی۔ یہ دن یادگار ہے اس آدم کی جس کے ذریعہ اہلی اصلاح کا کام شروع ہوا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دَور اہلی اصلاح کا دَور ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو بڑی خصوصیتیں حاصل ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ان کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے اس جماعت کا نام رکھا جس کے سپرد آخری اصلاح دنیا کی رکھی گئی ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے اسلام کی بشارت کے لئے چُنا اور ان کے ذریعہ بتایا کہ آئندہ اسلام کا دَور ہوگا[1]۔ اس طرح ایک تو خدا تعالےٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو ذاتی قربانی کے لئے چنا اور دوسری یہ خصوصیت ان کے لئے مقدر فرمائی کہ ان کو اہلی قربانی کے لئے چنا۔ ان کو رؤیا میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرتے ہیں اور اکلوتے بیٹے کو ذبح کر کے خدا تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس رؤیا کو عملاً پورا کرنا چاہا کیونکہ اس زمانہ میں انسانوں کی قربانی عام تھی۔ اور جب تک نبی کوئی خاص حکم نہیں پاتا۔ اس وقت تک عام مروجہ باتوں کو ہی قبول کرتا ہے۔ چونکہ مذہب کے نام پر اس وقت تمام کے تمام مذاہب انسانی قربانی کے عادی تھے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ اللہ تعالےٰ اس قربانی کو قائم کرنا چاہتا ہے اور مجھ سے بھی یہی چاہتا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے یہ نظر انداز کر دیا کہ ۹۰ سال کی عمر میں ان کو بیٹا ملا تھا[2] انہوں نے چاہا کہ اس بیٹے کو بھی خدا کی رضا کے لئے قربان کر دیں۔ مگر اللہ تعالےٰ انہیں اور سبق دینا چاہتا تھا اور وہ عظیم الشان سبق تھا جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے اب بھی مسلمان تباہ ہو رہے ہیں۔ لوگ اٹھتے

ہیں اور بکرے کی قربانی کر دیتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ بکرے کی قربانی کس بات کی علامت ہے اور خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا چاہا تھا۔

میں نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو قربانیوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے میں پہلے اس قربانی کو لیتا ہوں جس میں خدا تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اپنی قدرت دکھائے اور ایک عظیم الشان نشان قائم کرے۔ اس وقت بالکل ممکن تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلے جاتے اور اس طرح اپنی جان بچا لیتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوگئے۔ یہ اس وقت ہوا جب عراق میں ان کی قوم نے فیصلہ کیا کہ ان کو جلا دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن سے ہی ایسی فطرت رکھتے تھے جو توحید کی تائید میں اور شرک کے خلاف تھی۔ چنانچہ جب ان کے رشتہ داروں نے ان سے شرک کے متعلق مباحثہ کیا تو انہوں نے سختی سے اس کا رد کیا۔ ان کا ایک خاندانی بت خانہ تھا اس سے عملی طور پر نفرت اور شرک سے بیزاری کے اظہار کے لئے انہوں نے اس طرح کیا کہ بتوں کو توڑ دیا[۱]۔ یہ بت جس بتخانہ کے توڑے گئے وہ کسی دوسرے کا نہ تھا۔ اگر دوسروں کا ہوتا تو اس کا توڑنا جائز نہ ہوتا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کا تھا اور انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ اور چونکہ پتھر پتھر ہی ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کی ملک تھا انہوں نے اس بت خانہ کو کہ جو ان کے لئے آمدنی کا ذریعہ اور عزت کا باعث تھا توڑ دیا۔ جب انہوں نے بتوں کو توڑا تو سارے ملک میں جوش پیدا ہوگیا۔ اور بادشاہ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا۔ ملک کے دستور اور بادشاہ کے قوانین کے مطابق اس فعل کی سزا جلا دینا تھا[۲] اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے موقع تھا کہ بتوں کو توڑنے کے بعد اس ملک سے باہر چلے جاتے مگر وہ نہ گئے حالانکہ جانتے تھے کہ ملک کے قانون کے مطابق اس کی سزا جلا دینا ہے۔ یہ ایک پرانی رسم تھی کہ جو بتوں کی ہتک کرتا اسے جلا دیا جاتا۔ کیونکہ بتوں کی ہتک کرنے کو ارتداد سمجھا جاتا اور ارتداد کی سزا پرانے زمانہ میں یا تو جلانا تھی یا سنگسار کرنا[۳]۔ چنانچہ یورپ میں جب پروٹسٹنٹ عقیدہ کے عیسائی پیدا ہوئے تو انہیں مرتد قرار دے کر آگ میں جلا دیا جاتا تھا[۴] اس کے مقابلہ میں ایشیا میں سنگسار کرنے کا رواج تھا[۵]۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ بتوں کو توڑنے کی وجہ سے کیا سزا ہوگی۔ اور وہ وہاں سے بھاگ سکتے تھے مگر خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ نشان دکھائے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا، ٹھہرو اور وہ ٹھہرے رہے اور اس طرح اپنے نفس کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ آخر ان لوگوں نے آگ جلائی اور اس کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈال دیا لیکن عین اس موقع پر بادل آیا جس نے

آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیح سلامت نکل آئے۔ چونکہ بُت پرست بہت وہمی ہوتے ہیں اس لئے جب ادھر انہوں نے آگ جلائی اُدھر بادل آگیا اور آگ بجھ گئی تو انہوں نے سمجھا خدا کی مشیت یہی ہوگی اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذاتی قربانی تھی۔ اس کے بدلہ میں اللہ تعالےٰ نے انہیں ذاتی کمال بخشے اور وہ مقام عطا کیا جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام قیامت تک مٹ نہیں سکتا۔ اس کے بعد دوسری قربانی اولاد کی قربانی تھی اس میں بھی حکمت تھی اور وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل تمدّن قائم نہ ہوا تھا اور اہلی زندگی کمال کو نہ پہنچی تھی انسان کا کمال ذاتی اور شخصی زندگی تک تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اہلی زندگی کا دَور قائم کیا گیا۔ اس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رُویا دکھائی گئی جو یہ تھی کہ وہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ ابراہیمؑ اس کا وفادار بندہ ہے جو کچھ اس نے دیکھا ہے، اسے پورا کر دے گا۔ مگر اس طرح وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک سبق دینا چاہتا تھا جب انہوں نے لوگوں کے دستور کے مطابق اپنے بیٹے سے کہا کہ مَیں تمھیں قربان کرنا چاہتا ہوں اور بیٹا بھی اس کے لئے تیار ہو گیا تو خدا تعالےٰ نے کہا: یہ نہیں دُنبہ لو اور اسے ذبح کرو، وہ بیٹے کی قربانی کا قائم مقام ہوگا۔ اب یہ سیدھی بات ہے کہ بیٹا اور دُنبہ برابر نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی کو توفیق ہو تو وہ ہزار دُنبہ بھی قربان کر دے گا مگر بیٹا قربان نہ کرے گا۔ پس دُنبہ بیٹے کا قائم مقام نہیں۔ نہ ایک نہ دس نہ ہزار نہ لاکھ نہ دس لاکھ۔ ممکن ہے کسی کو توفیق نہ ہو اور وہ ایک دنبہ بھی اپنے بیٹے کی بجائے نہ دے سکے۔ لیکن اگر توفیق ہو تو مال کا آخری حبّہ تک دے دیگا مگر بیٹے کو ذبح نہ ہونے دے گا۔ اگر ایک شخص دس لاکھ دنبہ ذبح کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو وُہ اسے اپنے لئے بہت آسان سمجھے گا بہ نسبت اس کے کہ اپنے بیٹے کو ذبح ہونے دے۔ پھر ایک دنبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے کس طرح ان کے بیٹے کا قائم مقام بن گیا۔ وہ مالدار انسان تھے ان کی ہزارہا بھیڑ بکریاں اور گائیں تھیں اور ان کے مال کا یہ حال تھا کہ ان کے ہاں اجنبی آتے ہیں ان کے آگے بغیر پوچھے بچھڑا ذبح کر کے رکھ دیتے ہیں اور وہ کھاتے ہی نہیں۔ ایسے انسان کے لئے ایک دنبہ کیا ہستی رکھتا ہے۔ وہ تو کتّے کے پلّے کے لئے بھی دُنبہ ذبح کر سکتے تھے۔ پھر ان کے لئے اسمٰعیل کی خاطر دنبہ ذبح کرنے میں کونسی مشکل تھی۔ اور اگر کوئی مشکل نہ تھی تو اسمٰعیلؑ کے بدلے ایک دنبہ کس طرح قبول ہوا۔ بات یہ ہے دُنبہ اسمٰعیلؑ کے بدلے ذبح نہیں ہوا۔ بلکہ اس میں اور حکمت تھی اور وہ حکمت یہی تھی جس سے اصلی اور حقیقی زندگی کا دَور شروع ہوا۔ عام طور پر انسان اولاد کو خوب کھلاتا پلاتا اور اس کی خاطر کرتا ہے۔ جتنی زیادہ ناجائز

محبت کرنے والے ماں باپ ہوتے ہیں، اتنی ہی زیادہ انہیں یہ فکر ہوتی ہے کہ ان کے بچے خوب کھائیں پئیں۔ مگر یہ حیوانوں والی زندگی ہوتی ہے۔ اس طرح وہ گویا اولاد نہیں پالتے بلکہ دُنبہ پالتے ہیں۔ کیونکہ دنبہ کے لئے صرف کھانے پینے اور رہائش ہی کی فکر کرنی پڑتی ہے اور بہت لوگ اپنی اولاد کی بھی اتنی ہی فکر کرتے ہیں کہ اسے اچھا کھلائیں، اچھا پلائیں اچھی رہائش ہو، اچھا کپڑا پہنائیں، یہ دنبہ کی نسبت زائد بات ہوگی۔ کیونکہ دنبہ کپڑے نہیں پہن سکتا۔ لیکن دیکھا ہے بعض لوگ دنبوں کو بھی جھولیں پہناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رؤیا میں یہ دکھایا کہ اسمٰعیلؑ کو ذبح کر دو تو اس کا یہ مطلب تھا کہ اسمٰعیلؑ میں جو دُنبہ کی خصلت ہے اسے ذبح کر دو۔ یہ نہیں کہ اس کی انسانیت کی خصلت کو ذبح کر دو۔ خدا تعالیٰ نے بتایا۔ اے ابراہیمؑ! ۹۰ سال کی عمر میں تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اس لئے تمہاری خواہش ہوگی کہ اسے اچھا کھلاؤ پلاؤ، ہر طرح اسے آرام پہنچاؤ۔ لیکن اس طرح تو یہی ہوگا جیسے دُنبہ پالا، اس سے کیا فائدہ ہوگا دنیا کو اور اس سے کیا نفع ہوگا تمہارے خاندان کو۔ یہ ایک دُنبہ ہوگا اور بس۔ اس لئے آج ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ دنبہ کو ذبح کر دو۔ گویا انسانیت باقی رہے اور دنبہ پن ذبح ہو جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اس حکم کو عملی جامہ اس طرح پہنایا کہ دنیا سے الگ تھلگ ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں جہاں دنبہ نہ بن سکے، حضرت اسمٰعیلؑ کو چھوڑ آئے۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اہلی زندگی کی اصلاح کی بنیاد رکھی گئی اور بتایا گیا کہ بیٹوں کو دنبوں کی طرح نہ پالو بلکہ ان کی روحانی تربیت کا خیال رکھو۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اسمٰعیلؑ کی قربانی کر دو اور اس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تیار ہو گئے تو منع کر دیا اس لئے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی نہ ہوئی بلکہ دُنبہ کی قربانی کی۔ اور جب خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اسمٰعیلؑ کی نسل میں نبوت رہے گی تو یہ نتیجہ تھا دنبہ کی قربانی کا۔ مطلب یہ کہ اگر اولاد کی اصلاح اور تربیت کا خیال رکھا جائے گا اور اسے دُنبہ کی طرح نہ پالو گے بلکہ دُنبہ پن کو قربان کر دو گے تو اس کے نتیجہ میں اس اولاد میں نبوت رہے گی۔ اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت رہنے کا وعدہ تھا ورنہ یہ ظالمانہ وعدہ بن جاتا۔ اور اس طرح لحاظ بن جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد خواہ کیسی ہی ہو اس میں نبوت رہے گی۔ اور دوسروں کو اس سے محروم رکھا جائے گا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اگر اولاد کی تربیت کے وقت تم محبت کے احساسات کو قربان کر دو گے۔ اس کے اندر اچھے اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرو گے اس کے آرام و آسائش کو اس لئے قربان کر دو گے کہ خدا تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں

پیدا کرو تو اس کے بدلے میں ہمیشہ اس میں نبوت رکھی جائے گی۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جس قوم کی نسل پاک ہو اس پر خدا کے فضل نازل ہوتے ہیں۔

پس اگر تم بھی چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض تم پر اور تمہاری اولاد پر ہمیشہ نازل ہوتے رہیں تو اپنی اولاد کو دنبہ کی طرح نہ پالو بلکہ اس کی روحانی اصلاح کی فکر کرو۔ خدا تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں پیدا کرو۔ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی تڑپ اس میں پیدا کرو۔ اگر تم اولاد کی اصلاح کی طرف اس طرح توجہ کرو گے اور حیوانوں کی طرح اس کی پرورش نہ کرو گے بلکہ انسانوں کی طرح کرو گے تو انسانیت اس میں مذہب کے طور پر قائم ہو جائیگی۔ اور جب یہ قائم ہو جائے گی تو خدا تعالیٰ کے فضل بھی نازل ہوں گے۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچہ کی قربانی کی اور اسے وادیٔ غیر ذی زرع میں رکھا اور اپنی طرف سے اس کی تربیت کی پوری پوری تدبیر کی تو خدا تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں آخری نبوت جس کے بعد اور کوئی شرعی نبوت نہ تھی اس کی نسل میں رکھی یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل میں سے پیدا ہوئے جن کے بعد آپ کے خاندان سے باہر نبوت نہیں جا سکتی۔ پس جب خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تمہاری اولاد میں نبوت رہے گی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ تیری نسل میں سے وہ نبی آئیگا جو ساری دنیا کی طرف بھیجا جائے گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں جو نبوت تھی وہ چند خاندانوں میں تھی اور باقی سب اس سے محروم تھے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ سب کو خدا تعالیٰ نے نبوت کے انعام سے اس لئے محروم رکھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت رہے۔ بلکہ اس کا یہی مطلب تھا کہ آخری شرعی نبی جو ساری دنیا کی طرف آئے گا وہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہو گا۔ اور اس طرح سب کو نبوت کا فیض پہنچ جائے گا۔

پس یہ جسے قربانی کی عید کہا جاتا ہے یہ دراصل اولاد کی قربانی کی عید ہے۔ جب بکرے اور دنبے کی قربانی کی جاتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہماری اولاد جوان ہو کر دُنبے نہ بنے گی بلکہ خدا تعالیٰ کی محبت اور الفت میں اپنے دنبہ پن کو ذبح کر چکی ہو گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اولاد کو کھانا اچھا نہ دیں۔ کپڑا اچھا نہ دیں بلکہ یہ ہے کہ ان کی زندگی کھانے پینے کے لئے نہیں بنائیں گے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[۱] کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو نعمت ملے اس کا اظہار کرو۔ پس اظہارِ نعمت منع نہیں۔ یہ منع ہے کہ اپنی زندگی اور اولاد کی زندگی ایسی نہ ہو کہ اس میں انسانیت نہ رہے اور حیوانیت ہی حیوانیت

رہ جائے۔ مدنظر یہ بات ہونی چاہیئے کہ جہاں اخلاق اور دینی تربیت کا سوال ہوگا وہاں اولاد کے آرام و آسائش کا خیال نہیں کریں گے۔ اور خدا تعالےٰ کی شان اور عظمت ان کے دلوں میں بٹھانے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔ جو لوگ ایسا کریں ان کی اولاد نہیں بگڑتی۔ بدصحبت سے ہی بگڑے تو بگڑے ورنہ نہیں بگڑ سکتی۔ اور اگر سارے مسلمان اپنی اولاد کی اصلاح کریں تو پھر بُری صحبت ہی نہ رہے گی۔

مَیں نہایت اختصار کے ساتھ اس بات کی طرف اپنی جماعت کے لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس اہلی اصلاح کی طرف توجہ کریں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ قائم ہوئی۔ اس کے بعد محمدیؐ دَور شروع ہوتا ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دَور شروع ہوا اور پھر محمدیّت کا دَور آیا۔ مگر ابھی تک لوگ آدمیت کا دَور ہی طے کر رہے ہیں۔ حضرت آدمؑ کے وقت آدمیّت کا دَور شروع ہوا تھا یعنی انسان کی ذاتی اصلاح کا دَور۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دَور آیا جو اہلی اصلاح کا دَور تھا یعنی اپنے اہل کی اصلاح کی فکر کرنا۔ پھر محمدی دَور آیا جو ساری دنیا کی اصلاح کا دَور ہے۔ مگر افسوس ہے۔ ابھی تک اہلی دَور بھی طے نہیں ہوا۔ بہت لوگ ہیں جو اپنے بچوں کی دینی اصلاح کو مدنظر نہیں رکھتے۔ ایسے بچوں کی پھر ضرورت ہی کیا ہے؟ ان کی بجائے دُنبے پال چھوڑو۔

پس مَیں اپنی جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنی اولادوں میں اخلاقِ حسنہ اور قومی روح پیدا کریں اور انہیں دین کے خادم بنائیں۔ اِس وقت سے زیادہ کبھی اسلام کو خادموں کی ضرورت نہیں پڑی۔ آج بہت نازک حالت ہے، تمام دنیا اسلام کے خلاف کھڑی ہے۔ اگر ہماری اولاد کے دلوں میں اسلام کی محبت اور الفت نہ ہوگی وہ اسلام کی شیدائی نہ ہوگی تو ہماری ساری کوششیں ضائع ہوجائیں گی۔ اور دشمن اپنے انتظام کی قوت اور زور سے مسلمانوں کو اس طرح اُڑا دے گا جس طرح آندھی خس و خاشاک کو اُڑا لے جاتی ہے ایسی حالت میں اسلام کی حفاظت کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنی اولاد میں اسلام کی محبت پیدا کریں۔ پہلے زمانہ میں انسانوں کی جو قربانی کی جاتی تھی، وہ غلط فہمی کا نتیجہ تھی۔ اُس وقت اس سے مراد یہ تھی کہ انسانی جذبات کی قربانی کی جائے، ان کو مار دیا جائے۔ اس طرح انسانوں کی تربیت کی جاتی تھی۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت خدا تعالےٰ نے اس طریق کو بدل دیا اور پھر یہ رکھا کہ بہیمیت بھی کچھ قائم رکھی جائے اور باوجود اس کے اخلاق کی نگرانی کی جائے۔ یہ اعلیٰ درجہ کی ترقی کا دَور تھا۔ مگر افسوس ہے ہماری جماعت کے لوگ اولاد کی

تربیت کی طرف ابھی تک پوری طرح متوجہ نہیں ہوئے حالانکہ دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کو شکست دینے کا یہی ایک مستقل ذریعہ ہے اگر اس کی طرف توجہ نہ کی گئی تو عارضی کوششوں سے ہم دشمن کو زیر نہ کر سکیں گے۔ اس وقت میں قادیان کے دوستوں کو اور باہر کے دوستوں کو یہی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی اولاد میں ایسی روح پیدا کریں کہ اسلام کی محبت اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس کے ذرّے ذرّے سے ظاہر ہو۔ وہ اسلام کے لئے اس قدر مضبوط ہو کہ دشمن کے وار اُس پر اس طرح پڑیں جس طرح پہاڑ سے لہر ٹکراتی ہے۔

میں جوش سے اتنا بول گیا ہوں، ورنہ آج صبح سے یہ حالت تھی کہ اسہال کی وجہ سے اُٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو توفیق دے تا کہ وہ اللہ تعالےٰ کی منشاء کے ماتحت اولاد کی قربانی کر کے ان فیوض کو حاصل کریں جو ایسی قربانی کے نتیجہ میں مل سکتے ہیں اور آئندہ کے تمام فیوض مسلمانوں کے لئے مخصوص ہو جائیں۔ ہماری نسلیں عام اخلاق بھی ایسے اعلیٰ دکھائیں کہ لوگ محسوس کریں سوائے اسلام کے کہیں نجات نہیں ہے۔"

(الفضل ۲۱ رجون ۱۹۲۷ء صفحہ ۶ تا ۸)

۱۔ البقرہ ۲ : ۱۲۶ - رُوحانی خزائن (تریاق القلوب) صفحہ ۴۷۶/۱۵

۲۔ پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۶ کی رو سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ برس کی تھی۔ اور باب ۱۷ آیت ۱۸ کے مطابق حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت سارہ کی عمر ۸۶ برس تھی۔

۳۔ الانبیاء ۲۱ : ۵۹

۴۔ الانبیاء ۲۱ : ۶۹

۵۔ "ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام" مصنفہ علامہ عباس محمود العقاد المصری۔ ترجمہ مولانا راغب رحمانی صفحہ ۲۸۹

۶۔ F.H. MARTENS: THE STORY OF RELIGION & PHILOSOPHIC THOUGHT. V. II P. 293. جیوش انسائیکلوپیڈیا ۵۵۴/۳

۷۔ انسائیکلوپیڈیا ریلیجس اینڈ ایتھکس ۲۸۹/۴ زیر لفظ کرائمز وغیرہ۔ ۸۔ الانبیاء ۲۱ : ۶۹-۷۰

۹۔ قدسی العرفان تفسیر سورۃ النجم من القرآن صفحہ ۲۳ پر درج حضرت ابن عباس کی ایک رِوایت سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے جس میں لکھا ہے کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی اور درخت سرسبز ہو گئے جو جل گئے تھے ظاہر ہے ماحول کی سرسبزی و شادابی بارش ہی سے ہو سکتی ہے۔

۱۰۔ ہود ۱۱ : ۷۰ - پیدائش باب ۱۳ آیت ۲ - باب ۱۸ آیت ۲ تا ۷

۱۱۔ الضحیٰ ۹۳ : ۱۲